© rasailojaraid.com

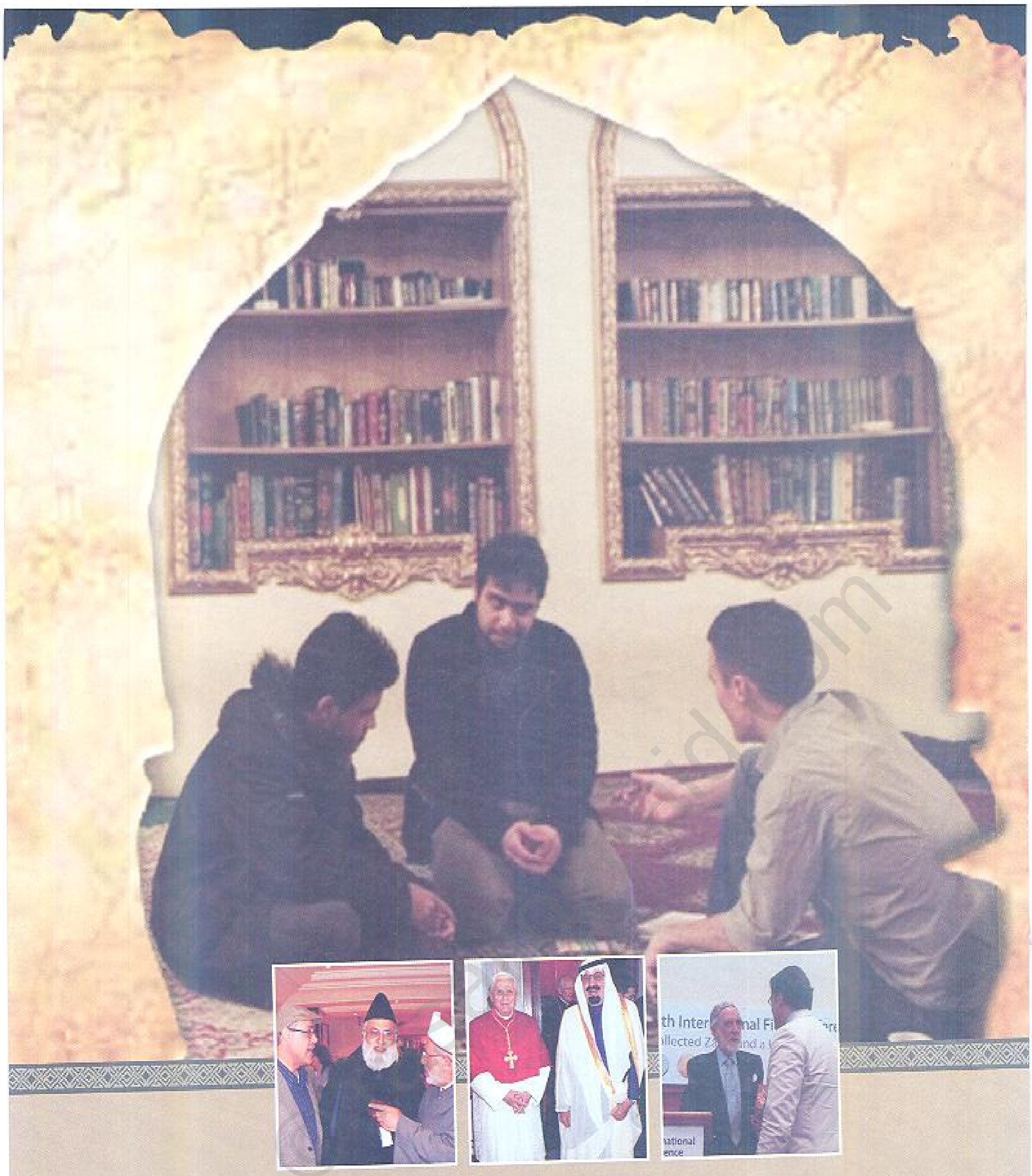

مکالمہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱- فرد اور معاشرے کے حوالے سے شناخت سے کیا مراد ہے؟

۲- شناخت سماجی ضرورت ہے یا مذہبی؟

۳- تاریخی لحاظ سے مسلم شناخت کے کیا عوامل ہیں؟

۴- کیا کثیر المدنی معاشرہ مسلم شناخت کے لیے نقصان دہ ہے؟

۵- جدید اسلامی ریاست غیر مسلموں کی شناخت کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟

۶- پاکستان میں شناخت تہذیبی، جغرافیائی یا مذہبی ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ڈاکٹر منظور احمد
رکن، اسلامی نظریاتی کونسل

شناخت کی تلاش

شناخت کا مسئلہ اس سیاق وسباق پر منحصر ہے جس کی روشنی میں یہ سوال اُٹھایا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر شناخت ایک غیر یا دوسرے کے مقابل پیدا ہوتی ہے۔ ایک خاندان میں میاں بیوی اور بچے علیحدہ علیحدہ شناخت رکھتے ہیں یا ایک خاندان دوسرے خاندانوں کی شناخت کے مقابلے میں مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض شناختیں نسلی امتیازات پر مبنی ہوتی ہیں مثلاً گورا اور کالا، یا چینی اور ہندوستانی۔ بعض مرتبہ یہ شناختیں افتخار کا پہلو لیے ہوتی ہیں۔ جس طرح انیسویں صدی اور بیسویں صدی میں امریکہ میں نسلی بنیادوں پر تفریق۔ پھر بعض شناختیں ملکوں اور قوموں کی بنیاد پر ہوتی ہیں اور اس طرح ہم لوگوں کو ہندوستانی اور پاکستانی، ایرانی اور عرب میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اگرچہ ہندوستانی اور پاکستانی، نسلی اور قومی خواص میں سوائے مذہبی تفریق کے ایک دوسرے سے مماثل ہیں۔ ہندوستان میں اس مذہبی تفریق کی وجہ سے دو شناختیں پیدا ہوئیں۔ ایک شناخت مسلمانوں کی اور دوسری غیر مسلموں کی اور اسی شناخت کی بنیاد پر ملک دو حصوں میں منقسم ہوا۔ مسلمان معاشروں میں یہ تفریق ملکوں اور نسل کی بنیاد پر باقی ہے۔ اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ عربی اور عجمی کی شناخت پیدا ہوئی اور بالآخر ان دوسری قسم کی شناختوں کی وجہ سے مسلمان مملکتیں کئی حصوں میں منقسم ہو گئیں۔

آج بھی اگر پاکستان میں آپ کسی سے یہ سوال پوچھیں کہ امریکہ یا انگلستان میں آپ کون ہیں تو اس کا پہلا جواب تو اپنا نام بتانے پر ہوگا۔ دوبارہ پوچھیں کہ آپ کون ہیں تو شاید جواب یہ ہوگا کہ وہ کس شہر کا یا کس گاؤں کا یا پھر کس علاقے کا رہنے والا ہے۔ زیادہ بڑی اور گہری شناخت علاقائی ہے اور غالباً یہ شناخت کہ میں پاکستانی ہوں، سب سے نچلی سطح کی شناخت ہوگی۔

۶۰ء اور ۷۰ء کی دہائی میں یہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اگر کسی پاکستانی سے یہ سوال پوچھا جاتا کہ تم کہاں کے ہو تو پاکستانیوں کا جواب بھی یہ ہوتا کہ میں انڈیا کا ہوں۔ میں نے تو دانستاً ایسے بہت سے پاکستانیوں کو دیکھا ہے کہ جو اپنے پاکستانی ہونے کے اعتراف پر شرماتے تھے اور غیروں کے سامنے اپنی ہندوستانی شناخت پر فخر محسوس کرتے تھے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاکستانی شناخت کے پیدا نہ ہونے کی بہت ساری وجوہات ہیں۔ سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ یہ تصور صرف ایک نام ہے، جس کی اپنی کوئی خاص خصوصیت نہیں ہے۔ یہ نام چونکہ بعد میں پیدا ہوا اور اس نام سے پہلے کی شناختیں معاشرے میں گہرائی اور گیرائی کے ساتھ وجود رکھتی تھیں، اس لیے وہ شناختیں پاکستان کے اندر مدغم نہ ہوسکیں اور آج بھی پنجابی، سندھی، پشتون اور بلوچ کی شناختیں پاکستانی شناخت کے مقابلے میں زیادہ اہم ہیں۔

پاکستان بنتے وقت غالباً خیال یہ تھا کہ پاکستان کی شناخت اسلام کی بنیاد پر قائم ہوسکے گی لیکن اس میں کئی اشکال تھے۔ پہلا تو یہ کہ لوگوں کی سمجھ میں بنگالی اور پنجابی ہونا تو آسانی سے آتا تھا، لیکن پاکستانی ہونا تو محض ایک نام تھا جس کے ساتھ اتحاد ان کے اپنے قومی اتحاد سے زیادہ مضبوط نہیں تھا۔ دوسری بات یہ کہ مذہب وہ بنیاد فراہم نہیں کرسکا اور نہ کرسکتا ہے، جس کی بنیاد پر انسان اپنے پاکستانی ہونے کی شناخت کو قائم کرسکے۔ سب سے بڑی رکاوٹ تو یہ ہے کہ پاکستان میں ایسے لوگ بھی رہتے ہیں یا رہ سکتے ہیں جو مسلمان نہیں ہیں اس لیے اسلام ان کی شناخت نہیں بن سکتا۔ تا آنکہ ان کو اُن مسلمانوں کے متبادل نہ سمجھا جائے جو غیر ممالک میں شہریت لے کر مقیم ہوچکے ہیں۔

اسلام 'غیر اسلام' کے مقابلے میں شناخت کے طور پر کام کرتا ہے، خاص طور پر آج کل کے حالات میں ''مغرب'' مسلمانوں کی بحیثیت مجموعی ایک خاص انداز سے شناخت کرتا ہے۔ لیکن اسلام بحیثیت مذہب کے اپنے اندر یہ صلاحیت نہیں رکھتا کہ وہ تمام لوگوں کو ایک ساتھ متحد رکھ سکے یا مذہبی شناخت دوسری شناختوں پر حاوی ہوسکے۔ عیسائیت، یہودیت اور اسی طرح دوسرے مذاہب ایک محدود شناخت تو رکھتے ہیں وہ بھی اس وقت جب ان کے مدمقابل دوسری مذہبی شناخت موجود ہو لیکن بنیادی طور پر ان کو ان کے ملکوں یا نسل کے ذریعہ ہی شناخت کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی یہ سوال پوچھے کہ ایران اور سعودی عرب میں کون رہتا ہے تو جواب یہ ہوگا کہ ایران میں ایرانی رہتے ہیں اور سعودی عرب میں عرب یا افریقہ میں حبشی یا یورپ میں انگریز۔ اگرچہ ان ایرانیوں، حبشیوں اور انگریزوں میں اسلام قدر مشترک ہی کیوں نہ ہو۔

میری دانست میں 'اسلامی ریاست' کا تصور بیسویں صدی کی پیداوار ہے۔ 'مسلمانوں کی ریاستیں' تو ماضی کے اندر رہی ہیں۔ 'ترکوں کی خلافت'، 'بنوعباس' اور 'بنوامیہ' کی بادشاہتوں کی شناخت ان قبائلی یا ملکی خصائص سے ہوتی رہی ہیں، جن کے وہ نمائندہ تھے۔ لیکن ان میں سے کسی نے اپنے آپ کو 'اسلامی ریاست' کہہ کر نہیں پکارا۔ مسلمانوں کے معاشرے تو البتہ موجود رہے ہیں لیکن اسلام کا 'نظریہ سیاست' یا 'نظریہ ریاست' بیسویں صدی کی مغربی فکر اور خاص طور پر سوشلزم کے زیر اثر پیدا ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے مذہب کو بھی 'نظریہ' یا 'آئیڈیالوجی' کے طور پر پیش کرنے کا تصور بھی اسی مغربی اثر سے پیدا ہوا۔ 'نظریہ' اور 'آئیڈیالوجی' بنیادی طور پر سیکولر تصورات ہیں جن میں علم کے اضافے کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں آتی رہتی ہیں اور بعض مرتبہ نظریات پورے طور پر منقلب ہوکر کسی نئے نظریے کو جنم دیتے ہیں۔ ہماری گفتگوؤں میں بہت ساری الجھنیں اس لیے پیدا ہوتی ہیں کہ ہم مغربی فکر کی نقالی کے شوق میں یا اس شوق میں کہ ہم یہ کہہ سکیں کہ مغربی افکار کے تمام سماجی تصورات اس سے بہتر انداز میں اسلامی سماج میں موجود ہیں، یہ حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔ مذہب کو اپنے جواز کے لیے مغربی فکر کی بیساکھیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے اس بات کی زیادہ فکر نہیں کرنی چاہیے کہ تمام مسلمانوں کی اسلامی شناخت ایک 'اسلامی اُمت' کی شکل میں ظہور پذیر ہو۔ ایسا ہونا مختلف معاشرتی عوامل اور اسباب کی وجہ سے ممکن نظر نہیں آتا۔ ملکوں کی شناختیں اگرچہ وہاں پر مسلمان ہی کیوں نہ رہتے ہوں 'اسلامی بنیاد' پر ہونا ایک بعید از قیاس تصور ہے۔ مصری 'مصری' ہی رہے گا اور مراکش کا رہنے والا 'مراکشی'۔ عرب 'عرب' رہے گا اور ایران کا رہنے والا 'ایرانی'۔ ان سب میں بعض مشترکہ مفادات کی روشنی میں اتحاد تو ہوسکتا ہے لیکن یہ اتحاد اسی طرح اُن ملکوں سے بھی ہوسکتا ہے جہاں مسلمان نہ رہتے ہوں۔

اس بات کی ضرورت باقی ہے کہ اس مسئلے کے بہت سارے پہلوؤں پر مزید تحقیق کی جائے اور مسلمانوں کی شناخت کے بنیادی اور اظہاری پہلوؤں کو مختلف ملکوں کے رہنے والوں کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ متعین کیا جائے۔ جس میں مسلمانوں کے تہذیبی اظہار، ان کے تہوار، ان کی مجلسیں اور محفلیں، ان کی شعروشاعری اور ادب اور ان کی ثقافت کا مجموعی مزاج متعین کیا جائے جو ان معاشروں کی پہچان کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور پھر ان مختلف ملکوں کے ثقافتی اظہار میں اس قدر مشترک کو تلاش کیا جائے جو ثقافتی اظہار کی شکلیں متعین کرتی ہے غالباً اس طرح ہم بنیادی شناخت اور اظہاری شناخت کو آسانی سے سمجھ سکیں گے اور اسی طرح ہم اسلام کے 'نامی' اور 'واقعی' تصورات کی وضاحت کرنے کے قابل بھی ہوسکیں گے۔

© rasailojaraid.com